عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاھی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماھنامہ غزالی

صفر المظفر ۱۴۳۰ھ/ مارچ ۲۰۰۹ء

RegNo.P476

جلد: ہفتم

شمارہ: 7

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180 روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای-میل: physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

حضرت مولانا شمس الھادی صاحب کی رحلت

موت العَالِمِ مَوْتُ العَالَمِ

(ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ)

ایک گوشہ نشین شخصیت جن کی زیارت اور ملاقات کے لئے بندہ کبھی کبھی شاہ منصور (صوابی) حاضر ہوتا تھا وقت بعد العصر ہو تو حضرت تشریف فرما، چاروں طرف مریدین، مجلس پر گویا ایک سکون کی چادر تنی ہوئی، مریدین اُن سے نقشبندیہ طریقہ کے مطابق توجہ لے رہے ہیں اور وہ خود دھیانِ الٰہی میں ڈوبے مریدین کو توجہ دے رہے ہیں۔ اہلِ روحانیت کو یہ توجہ با قاعدہ ایک نور، ایک جوش، ایک ٹھنڈی ہوا کی لہر یا باریک بارش کی پھوار کی شکل میں محسوس ہوتی ہے۔ اُٹھنے کے بعد آدمی با قاعدہ محسوس کرتا ہے کہ باطن کے گناہ کے جذبات اور وسوسے بالکل ٹھنڈے پڑ گئے اور نیک عمل کا جذبہ اور توفیق زندہ ہوگئی۔

اگر صبح کا وقت ہو تو حضرت کے سامنے طلباء کی جماعت ہوتی تھی اس بڑھاپے میں بغیر عینک کے فقہ کی مشکل ترین کتاب " سراجی " پڑھا رہے ہوتے تھے۔ حضرت کے پاس پرانے زمانے کے طرز پر مختلف مساجد میں ٹھہرے ہوئے طلباء آتے تھے اور پڑھنے کے بعد اپنی اپنی جگہوں پر چلے جاتے تھے۔ بس یہ سادہ سی مجالس۔

شخصیت کے لحاظ سے انتہائی سادگی، انتہائی عاجزی، انتہائی نرمی و خوش اخلاقی، صورت گویا ایک انتہائی معصوم بچہ ہو اس پر سفید داڑھی گویا ایک نور کا ہالہ، نہ تو سیاسیوں کا کروفر نہ روایتی پیروں کے طور طریقے۔ جنازہ دیکھا تو انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ریلا، کیا گاڑیاں، کیا سائیکل، کیا پیدل، کیا عامی، کیا علماء، کیا افسران گویا ہر طبقۂ زندگی سے لوگ موجود۔ یہ ہوتی ہے اللہ والوں کی مقبولیت۔

جنازہ انتہائی پُرسکون ہوا، جنازہ کی نماز حضرت کے صاحبزادے جناب مفتی رضاء الحق مفتی اعظم ریپبلک آف ساؤتھ افریقہ نے پڑھائی۔ حضرت مولانا حمد اللہ جان صاحب ڈاگئی کا بیان بہت ہی مؤثر رہا جس نے علوم و معارف کے علاوہ سوز و گداز کی کیفیات کو زندہ کیا اور آخرت کی توجہ دلائی۔

معمولاتِ سلوک ﴿حصہ اول﴾

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

ذکر و تہجد و نوافل و تلاوتِ قرآن وغیرہ:

طریقِ محبت کے راہی چونکہ حجلہ نشینِ ازل (اللہ تعالیٰ) کے شیدائی ہوتے ہیں اس لئے ان سوختہ سامانوں کا زادِ راہ یادِ حبیب اور توشہ درد و سوز ہوتا ہے۔ محبوب کی یاد میں ہردم مگن اس کے نام سے ان کی زبانیں تر، اس کے دھیان سے ان کے قلوب شاداں اور روحیں منوّر رہوتی ہیں۔ منشائے حبیب پر وہ جانیں قربان کرتے ہیں اور اس کے اشاروں پر ان کی ہر حرکت موقوف ہوتی ہے ان کی زندگی میں اس کے اوامر سے جان آتی ہے اور اس کے مشاہدہ سے ہی وہ قرار پاتے ہیں اس لئے ان محبینِ صادقین کی راہ پر جو گامزن ہونا چاہے اس کے لئے بھی ضروری ہ کہ ان کا طریق اختیار کرے یادالٰہی سے اپنا ہر سانس اور قیام وسجود سے اپنی ہر رات زندہ رکھے۔ عبدیتِ کاملہ اس کا مشغلہ ہو، اور فنائے تام اس کا حال کہ الٰہی رنگ بندگی کے کمال سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنَ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عَابِدُوْنَ ط میں اسی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

عبدیت کے فرائض وواجبات کی ہر حال میں ادائیگی اور سننِ نبویہ ومستحباتِ دینیہ کی پابندی و استقامت اور آخری سانس تک انہیں فضائل ومزایا کے حصول کی تگ ودوان کی زندگی کا حاصل ہوتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

حاصلِ عمر نثارِ رہِ یارے کردم شادم از زندگئِ خویش کہ کارے کردم

رہرواں را خستگی راہ نیست عشق خود راہ ہست وہم منزل است

ترجمہ: میں نے اپنی عمر کا سرمایہ دوست (اللہ) پر قربان کیا۔ اپنی زندگی سے خوش ہوں کہ کوئی کام کیا۔ اللہ کے تعلق کے راستے پر چلنے والوں کے نزدیک راستے کی تکلیف کوئی چیز ہی نہیں کیونکہ عشقِ الٰہی خود راستہ بھی ہے اور منزل بھی ہے۔

معمولات:

دینی معمولات کا اہتمام اور ان کی پابندی سالک کے لئے ترقیات کا زینہ، کامیابی کا ذریعہ، حصول مقصد کی کلید اور قطعِ منازل کا کامیاب وسیلہ ہے سلوک کے جملہ احوال و مقامات حقیقتاً مامور بہ اعمال کا ثمرہ اور معمولاتِ شرعیہ کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ معمولات و اعمال اصلاً وہ شجرۂ طیبہ ہے جس کے برگ و بار کوائف و معارفِ سلوک ہیں موجود دنیا میں " حیات طیبہ" اور" قرب و رضا " اس کا پھل اور آخرت میں جنت و رضوان اور انعامات خاصہ اس کا ثمر ہو گا آخری سانس تک معمولات اور اعمال صالحہ کے اشتغال و استقامت کے اس پاکیزہ درخت کی آبیاری ہوتی رہتی ہے اور ہر عالم میں اس عالم کے مطابق اس کے پھل اور ثمرات مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ تُؤْتِیْ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّھَا ۔ حضرت سید الملۃ نور اللہ مرقدہٗ دینی معمولات کی اسی اہمیت کے پیش نظر ہمیشہ طالبین کو معمولات کے اہتمام و پابندی کی تلقین فرماتے رہتے تھے مختلف سالکین کو اس بارے میں حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو ارشادات رقم فرمائے ہیں وہ ہر راہی طریق کیلئے سرمہ بینش اور دلیلِ راہ ہیں۔ مختلف مکتوبات میں طالبین کو ہدایت فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

”معمولات پر استقامت ضروری ہے اگر کسی عذر شرعی سے ناغہ ہو جائے تو حرج نہیں مگر جیسے ہی موقع ملے پھر اپنے کام میں لگ جانا چاہیے۔“

”معمولات پر استقامت اور اپنی اصلاح کی فکر میں لگے رہنا کامیابی کی بڑی دلیل ہے..(مواعظ و ملفوظات کے مطالعہ کی مداومت ہر مرض کے لئے اکسیر ہے اور روحانی ترقی کی کامیاب تدبیر۔)“

”استقامت اور مداومت حصولِ مقصد کا سب سے کارگر ذریعہ ہے۔“

”معمولات میں رخنہ پڑنا ترک ہونے کی تمہید ہے اگر حضرت والا (مولانا اشرف علی تھانوی) رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسائل روزانہ مطالعہ میں رہتے تو یہ کیفیت نہ ہوتی، نماز، نوفل، ذکر، تلاوت

اوراخلاق ومواملات کی نگرانی یہ چند امور ہیں جولحاظ کے قابل ہیں ان پرنظر رہے تو روح مفلوج نہ ہوگی ....''

''ہمیشہ کے لئے یہی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت نہ ہو۔تہجد اور ذکر کا اہتمام رہے۔حضرت والاؒ کی تصانیف کا مطالعہ انشاءاللہ تعالیٰ ہر بے راہ روی سے آپ کو بچائے گا اور آپ کے قلب کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ رکھے گا۔''

''امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے اور اپنے معمولات کی بجا آوری میں مصروف ہوں گے....معمولات میں اتفاقی کوتاہی کا تو کچھ حرج نہی مگر مسلسل کوتاہی قلبی احوال کے تنزل کا ذریعہ ہوتی ہے اور پھر وہ دوری بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ محرومی تک پہنچا دیتی ہے۔''

''یہ راہ ہمت اور عزیمت کے بغیر طے نہیں ہوتی اسی کا نام مجاہدہ ہے وَجَاھِدُوْ فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ۔اللہ کی راہ میں پورا پورا مجاہدہ کرو۔مجاہدہ یہی ہے کہ نفس کی باطل خواہشوں سے اعراض برت کر مقصدِ حق کو پورا کیا جائے اور اسی پر دین ودنیا دونوں کی کامیابی منحصر ہے۔''

''آپ کے حالات سے واقف ہوکر اور معمولات کی پابندی کی خبر سے خوشی ہوئی....آپ کے عراق جانے سے آپ کے متعلق خطرہ تھا کہ آپ موحول سے متاثر نہ ہوجائیں۔اللہ تعالیٰ توفیق بخشنے والے اور محافظ ہیں.......بڑی نعمت اس دنیا سے ایمان وعمل صالح کے ساتھ رخصت ہونے کی ہے جس کا نام حسن خاتمہ ہے..........انسان کو ہر حال میں اپنے سے چوکنا رہنا چاہیے کہ اس کا نفس اُس کو فریب میں مبتلا نہ کرے معاملات میں ہمیشہ صفائی اور ایمانداری اور سچائی پیش نظر رکھے۔''

''امید ہے کہ اب آپ اپنے معمولات پر قادر ہوگئے ہوں گے سب سے بڑی چیز فرائض کے بعد اخلاقِ رذیلہ (کبر،حسد وغیرہ) سے نجات حاصل کرنا ہے جس کے لئے دعا کے علاوہ کوشش کرنا بھی ہے.....اللہ تعالیٰ آپ کی باطنی حالت کو آراستہ کرے اور باطنی احوال میں ترقی عنایت فرمائے ہر بات میں اور ہر حال میں رضائے مولیٰ پر نظر رہے۔''

”بحمداللہ کوئی شکایت کے قابل تبدیلی نہیں ہوئی معمولات قائم رہیں اور منہیات (نہ کرنے والے کام) سے احتراز رہے پھر عارضی قلت مضر نہیں...... تعلیم کے مشغلہ کی نسبت یہ خیال کریں کہ یہ حصول رزق کی کوشش ہے اس نسبت سے یہ تعلیمی جدوجہد بھی عبادت ہی میں شمار ہوگی با ایں ہمہ اوقات نماز ونوافل وذکر کو قائم رکھیں...... انشاء اللہ تعالیٰ یہ (دوام ذکر کی) نعمت آپ کو حاصل رہے گی۔“

چند مبتدی طالبین کو تحریر فرماتے ہیں۔

”اپنے حالات کی درستی اور معمولات کی پابندی میں لگے رہیئے اور غیر ضروری افکار و خیالات کو دل سے نکال دیجئے۔ وقت کی پابندی کے بغیر معمولات ناغہ ہوتے ہیں اس لئے وقت کی پابندی کی ضرورت ہے (ذکر) رات کو نہ ہوسکے ظہر کے بعد سہی، تہجد میں اٹھنا نہ ہوسکے تو اس کی دو تدبیریں ہیں ایک یہ ہے کہ عشاء کی نماز وسنت پڑھنے کے بعد لیکن وتر سے پہلے دو دو رکعت کر کے چند رکعتیں صلوٰۃ اللیل کی نیت سے پڑھ لیں پھر وتر پڑھیں، دوسری یہ کہ اشراق و چاشت کے وقت تہجد کی قضا پڑھیں۔“

”معمولات کی ادائیگی اور تہجد کی پابندی ہو جاتی ہے تو بڑی بات ہے۔“

ایک طالب کی معمولات کی عدم پابندی پر ارشاد فرمایا۔

”یہ (جماعت سے نماز کا نہ ہونا اور معمولات میں کوتاہی وغیرہ) امور کیوں پیش آئے صرف اپنی سستی کے سبب سے ایسا نہ کیجئے معمولات تو رات یا صبح کو انجام پاتے ہیں وہ کام کے اوقات نہیں .... معمولات نماز و تلاوت ودعا میں سستی نہ کریں........ نفع کے لئے (معمولات پر) مداومت شرط ہے اگر کسی شرعی عذر سے ناغہ ہو جائے تو کچھ حرج نہیں مگر اہتمام یہ ہو کہ ناغہ نہ ہونے پائے۔ (معمولات کی پابندی کیلئے) ہمت کیجئے ہمت سے دین اور دنیا دونوں کے کام ہوتے ہیں........... ان امور (یعنی معمولات) کا فائدہ نفس کی اصلاح اور قلبی ترقی ہے کیفیات پر نظر نہ رکھنی چاہئے۔ یہ اعمال مثل دوا کے ہیں دوا اگر خوش مزہ نہ بھی ہو اور جی بھی اس کے کھانے کو نہ چاہتا ہو اور پھر بھی کھاتے رہیں

تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا فائدہ ضرور ہوگا۔“

ایک طالب نے لکھا:۔”کبھی کبھی دن رات میں شیطانی ونفسانی خیالات کا غلبہ محسوس ہوتا ہے اس وقت یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ جب یہ چیزیں خیالات کو مکدر کر دیتی ہیں تو اپنی نماز و ذکر و تلاوت وغیرہ معمولات کا کیا فائدہ؟“

حضرت الشیخ قدس سرّہ نے حکیمانہ انداز میں ارقام فرمایا۔

”تقاضائے طبیعت کو تو مٹایا نہیں جا سکتا البتہ اس کے اقتضا پر عمل نہ کیا جائے یہی مجاہدہ ہے اور اسی کا ثواب ہے۔ تقاضائے طبیعت کے ظہور سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے یہ تقاضا نہ ہو پھر گناہ سے بچنا کیا مشکل ہے پھر انسان بھی دیوار کی طرح ہے اگر اس میں کوئی تقاضا نہیں تو پھر اس کے لئے یہ کمال بھی نہیں۔“

ایک طالب کی معمولات میں کوتاہی پر تحریر فرمایا:۔

”یہ حالت تو سخت قابلِ اصلاح ہے اور عزیمت کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں اس حالت سے مرض شروع ہوتا ہے اس لئے آپ کو سخت تنبیہ کی ضرورت ہے۔“

انہی کو ایک دوسرے خط میں لکھا۔

”معمولات میں کوتاہی اگر کسی عذر کے سبب سے ہو تو خیر، ورنہ بظاہر اس کمی کا سبب تو اپنے ارادہ اور عزیمت کو کام میں نہ لانا ہے پھر ندامت کس سے ہے مجھ سے تو ہو نہیں سکتی کہ میرے کام میں تو قصور ہوا نہیں ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ندامت ہے مگر ایسی ندامت جس کے ساتھ آئندہ کی عزیمت نہ ہو بیکار ہے اور رسمی ہے ضروری اشغال میں غفلت کا علاج وقتاً فوقتاً قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف مشغول کر لینا ہے۔“

سفر میں معمولات کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔ ضرورۃً سفر درپیش ہونے میں حرج نہیں حتیٰ الوسع معمولات کا اہتمام چاہیئے۔

ایک طالب نے لکھا ”سفر میں معمولات وغیرہ چھوٹ جاتے ہیں۔“

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی:

”معمولات تو خیر فرائض میں تو سستی نہ کی جائے اس لئے بضرورت سفر کیا جائے۔“

معمولات پر استقامت:

دوسرے مکتوبات میں ارقام فرماتے ہیں۔

”طبیعت کی افسردگی کا اثر معمولات پر نہ پڑے افسردگی وخوش طبعی کا نشیب وفراض تو دنیا میں ہوتا ہی رہتا ہے اس کی فکر نہ کریں۔“

”مبارک کہ معمولات پر پابندی سفر میں نصیب ہو رہی ہے سب کچھ ہو نتیجہ اچھا ہے۔“

”آپ کے حالات معلوم کر کے خوشی ہوئی اس پر قائم رہیئے استقامت اس میں بڑی چیز ہے اس کی دعا مانگئے کہ اس پر حسن خاتمہ ہو، (تذکرہ سلیمان ص ۵۹۹۔۶۰۰)

”یہ معمولات کافی ہیں کسی معمول کو نہ کرنا یعنی اپنے معمول میں داخل نہ کرنا اتنا برا نہیں ہے جتنا اس کو معمول مان کر اس سے غفلت کرنا۔“ (تذکرہ ص ۶۰۸)

”آپ کے معمولات اور احوال کو معلوم کر کے خوشی ہوئی اسی طرح چلے چلیئے

چلا چل تو منزل بہ منزل یونہی
ٹھہرنے کی منزل ابھی دور ہے

(باقی آئندہ)

اعلان

آئندہ ماھانہ اجتماع انشاء اللہ ۳۰ اپریل ۲۰۰۹ بروز جمعرات کو نئی خانقاہ میں منعقد ہوگا۔بیان مغرب کے بعد ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆

بیان جمعہ (09-05-2008)

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

خطبہ ماثورہ

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ق وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍO (الجمعۃ: ۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں انہی (کی قوم) میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن کو (عقائدِ باطلہ اور گندی عادتوں) سے پاک کرتے ہیں اور اُن کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں) سکھاتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت کے) پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔ (معارف القرآن)

محترم بھائیو اور دوستو ایک آیت میں نے پڑھ لی جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک نبی کو مبعوث کیا، نبی کھڑا کیا، مقرر کیا جو اُن کو آیتیں قرآن کی سناتا ہے، پاک کرتا ہے اِن کو اور سکھاتا ہے اِن کو کتاب اور سکھاتا ہے اِن کو حکمت۔ اِس آیت میں حضورؐ کے فرائضِ چارگانہ چار فریضوں کا تذکرہ ہے۔ تلاوتِ کتاب، جس میں الفاظِ قرآن سکھاتا ہے اور تعلیمِ کتاب جس میں الفاظِ قرآن کے معنی سکھاتا ہے اور تعلیمِ حکمت اُن معنی کی عملی تطبیق عملی طور پر انسانوں کی زندگیوں پر اُس کو لاگو (apply) کر کے اُس سے نتائج حاصل کرنا اور انسان کے استعمال کو درست کرنا، یہ ترتیب حکمت ہے۔ یتلو علیھم آیاتہٖ آیات کا تلاوت کر کے پہنچانا سب سے اہم کام ہے کیونکہ اگر الفاظ نہ ہوں تو معنی نہیں ہوں گے معنی نہ ہوں تو عمل نہیں ہوگا تو بنیاد تو الفاظ بنے اِس لئے سب سے اہم فریضہ الفاظ کا صحیح طریقہ سے پہنچانا ہے۔ اِس لئے قرآن نے دعویٰ کیا ہے کہ اِس کے الفاظ جیسے لوحِ محفوظ میں ہیں جس طرح نازل ہوئے ہیں روزِ اول سے لے کر آج تک وہ اُسی حال میں ہیں اُس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ یہ سب سے ضروری، اہم اور مشکل بات تھی۔ الفاظ کا صحیح پہنچانا اور اُس کے بعد پھر الفاظ کے معنی سکھانا۔ الفاظ کے معنی آدمی کو نہ آتے ہوں تو اُس کی عمل کی طرف رہنمائی ہی نہیں ہوتی اور معنی سے عمل وجود میں نہ

آئے تو نتیجہ ہی نہیں نکلتا ہے۔ پھر فرمایا گیا کہ یزکیھم. اِس حکمت کی روشنی میں اُن کو پاک کرنا، تزکیہ اور طہارت دونوں کا اُردو ترجمہ پاک کرنا ہے مگر عربی تو بہت وسیع زبان ہے اُس کے الفاظ جو ہیں وہ خاص خاص معنیٰ کو لیتے ہیں۔ عربی میں طہارت کہتے ہیں ظاہری پاکی کو بدن پاک، کپڑے پاک، جگہ پاک، کھانا پاک، برتن پاک ظاہری پاکیزگیوں کو کہتے ہیں طہارت ان اللّٰہ یحب المتطھرین. ۔۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تو طہارت میں انسان کے بدن سے لے کر اِس کے لباس گردوپیش کی ساری چیزوں کی پاکیزگی طہارت میں آتی ہے۔ اور تزکیہ کون سی پاکیزگی کو کہا گیا ہے؟ تزکیہ انسان کے دل کی پاکی، باطن کی پاکی کو کہتے ہیں۔ باطن میں انسان کے کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا دور ہو جائے اور باطن میں اخلاص، تواضع، ہمدردی، خیر خواہی، محبت یہ پیدا ہو جائے یہ تزکیہ ہے۔ ایک دفعہ ہم پنڈی جا رہے تھے سڑک اگر چہ دورویہ تھی لیکن پھر بھی ایک پجیرو اور ایک مرسڈیز بنز ایک رُخ پر چلتے ہوئے ہی ٹکرائی ہوئی تھیں۔ تو ہمارے ایک سینئر پروفیسر صاحب ڈاکٹر انور صاحب نے کہا یہ مرسڈیز بنز پجیرو سے نہیں ٹکرائی ہے بلکہ مرسڈیز پنا پجیرو پنے سے ٹکرایا ہے کہ ایک کے پاس مرسڈیز کا کبر تھا کہ ذہ خو مرسڈیز کے ناست یم میں تو مرسڈیز میں بیٹھا ہوا ہوں ہمارے ایک دوست تھے انہوں نے پرانے زمانے میں مرسڈیز خریدی تھی وہ کہا کرتے تھے مرسٹیز۔۔۔۔۔۔ ٹیز پشتو میں انسان کی ہوا خارج ہونے کو کہتے ہیں نو یو مرسٹیز وو او بل پجیرو (ایک مرسٹیز تھی اور ایک پجیرو) ایک کے اندر مرسڈیز کا کبر بھرا ہوا تھا اور دوسرے کے اندر پجیرو کا کبر بھرا ہوا تھا لہذا جب مرسڈیز والے نے اُسے کوا وورٹیک کیا آگے نکلا اُس سے تو اُس نے کہا دا لا دہ چا بچے دے چہ ما نہ مخکے کیگی (یہ کس کا بچہ ہے کہ مجھ سے آگے ہوتا ہے)۔ کہتے ہیں کبر والا آدمی انتہائی بے وقوف ہوتا ہے Worrying for every thing just for nothing، پریشان ہونا ہر چیز کیلئے بغیر کسی وجہ کے۔ اب ایک آدمی آگے نکل گیا راہ سے تو آپ کو کیا ہو گیا کون سا نقصان ہو گیا نہیں اب اِس نے اپنی انا کے جذبے کو پکڑا ہوا ہے۔ اگر انسان کا تزکیہ نہ ہو تو زندگی کے ہر شعبے میں فساد ہوتا ہے ہر شعبے میں مسائل کھڑے ہوتے ہیں اور ہر شعبے میں خرابی کے حالات ہوتے ہیں۔

حکمت دو چیزیں ہیں ایک کو کہا گیا ہے فقہ اور ایک کو کہا گیا ہے تصوف ۔ فقہ انسان کے ظاہری استعمال کی بحث کو کہا جاتا ہے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، دکانداری، خرید و فروخت، قانون آئین، صلح جنگ، حکومتوں کو چلانا، عدالتوں کو چلانا، گویا ساری ظاہری عبادات اور معاملات جو انسان کے ظاہری استعمال کے ساتھ متعلق ہیں جس پر انسان عقل کی روشنی میں استعمال ہوتا ہے یہ بات فقہ میں زیرِ بحث آئی ہوئی ہے ۔لیکن انسان پر جب کوئی جذبہ طاری ہوتا ہے تو عقل کام نہیں کرتی ہے ۔ اگر عقل کی بنیاد پر آدمی دس فیصد کام کر سکتا ہے صحیح جذبہ اِس کو مل جائے تو سو فیصد کر سکتا ہے، جذبہ سے اتنا اضافہ ہوتا ہے کارکردگی میں ۔ اور اگر انسان دس فیصد کام کرتا ہے لیکن جذبہ خراب ہو گیا، جذبہ فاسد ہو گیا تو عقل کام ہی نہیں کرتی ،عقل ماؤف ہو جاتی ہے ۔ جب انسان کو غصہ چڑھتا ہے عقل ماؤف ہو جاتی ہے اچھا بھلا پٹھان پی ۔ ایچ ۔ ڈی بھی اگر ہو جائے جس وقت اِس کو غصہ آتا ہے اِس سے فائر کا خطرہ ہوتا ہے کیونکہ اِس کا غصہ فائر کے بغیر ٹھنڈا نہیں ہوتا ایک منٹ اُس کا دماغ کام نہیں کرتا ہے جب فائر کر لیتا ہے اس کے بعد جگہ پر آتا ہے ۔ ایک خاندان ہمارے واقف لوگوں کا ہے ۔ ایک آدمی فوج میں میجر اور دوسرا آدمی پی ۔ ایچ ۔ ڈی پروفیسر، اِن کی بہن کا رشتہ چچازاد بھائی سے ہوا ہے وہ امریکہ چلا گیا وہاں سے اِس نے پیغام بھیجا کہ میں لڑکی کے ساتھ شادی نہیں کرتا اِس کے بعد یہ لڑکا واپس آیا ۔ حیات آباد کے پاس جا رہا تھا لڑکی کے دو افسر بھائیوں نے اُس کو شوٹ کر کے قتل کیا ہے اور دونوں مفرور ہیں ۔ ایک منٹ کے صبر کو چھوڑ کر ساری زندگی کے مسائل اپنے لئے لے لئے ۔ ملازمت کر کے قوم کی خدمت کر رہے تھے اپنے لئے حلال روزی کما رہے تھے وہ ساری چیزیں بند ہو گئیں ۔ کیا ہوا عقل نے کام نہیں کیا غصہ کے جذبے کے تحت، غصہ کے جذبے کے طاری ہونے سے عقل نے کام نہیں کیا جب جذبہ طاری ہوتا ہے غصہ کا، عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے ۔ جذباتِ شہوانیہ (sex) طاری ہوتے ہیں تو عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے ۔ میں انگلینڈ گیا وہاں پر صوبہ سرحد کے بہت سارے ڈاکٹر ہیں ہسپتالوں کو وہی چلا رہے ہیں بنگر ایک جگہ تھی ۔ بنگر میں کچھ عرب ڈاکٹر تھے کچھ پاکستانی، پاکستانی بھی صوبہ سرحد کے بلکہ امام صوابی کا تھا ۔ ڈاکٹر صاحبان سے میں نے کہا مسجد جائیں گے نماز پڑھنے کیلئے؟ انہوں نے کہا نہیں کلب میں ۔ میں نے کہا مسجد میں پہلی حاضری کریں گے ۔

مسجد میں نماز پڑھی۔ صوابی کا ٹھیٹھ پٹھان امام جس کو انگریزی بھی نہیں آتی تھی۔ تعارف ہوا اُس نے بطورِ گلہ پشتو میں کہا یا ڈاکٹر صاحبہ! لرے بیل پخے گی دا خو دے او ریدلی دی کنہ؟ یعنی اُوجھڑی کو علیٰحدہ پکاتے ہیں۔ اُوجھڑی میں آپ سبزی ڈالیں تو سبزی بھی خراب وہ بھی ختم اُس میں اور کوئی چیز ڈالیں تو خراب۔ اُوجھڑی کی یہ شرط ہے کہ یہ علیحدہ پکائی جاتی ہے پھر اُس میں کچھ نہ کچھ لہسن مصالحہ وغیرہ ٹھیک ڈالیں تو پھر اُس کا ذائقہ بن جاتا ہے اُس نے کہا لرے بیل پخے گی کنہ دغہ سے ستا ڈاکٹران بیل پاتے کیگی ماتا مونز تہ نہ رازی جماعت تہ کہ میرے پاس نماز کیلئے نہیں آتے ہیں علیحدہ ہی نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا ہم کچھ محنت کریں گے اِن کو مسجد کا رُخ دیکھائیں گے۔ یہ ہمارے خیبر میڈیکل کالج پشاور کے شاگرد تھے۔ لیکن وہاں جا کر غیر مقلد اہلِ حدیث ہو گئے تھے۔ وہ رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے تھے۔ تو انہوں نے کہا آپ تصوف کے دعوت دینے کیلئے آئے ہیں بیعت کے سلاسل کی اور تصوف کے تو یہ (چُور لٹ مخالف دی) مکمل مخالف ہیں تو یہ پھر کیا ہوگا؟ وہ بڑے ڈر رہے تھے۔ میں نے کہا ہس غم مہ کوے کوئی غم نہ کریں خیر بہ شی انشاء اللہ خیر ہوگی انشاء اللہ ہم اِن سے بات کریں گے۔ خیر انہوں نے کہا نماز کلب میں ہوگی، کلب میں سب جمع ہوئے نماز ہم نے پڑھی اب نماز تو میں نے ہی پڑھانی تھی کیونکہ شاگرد تھے میرے بول نہیں سکتے تھے غگ یہ نہ شو کولے نماز میں نے پڑھائی انہوں نے زور زور سے پیچھے آمین کہا اور رفع یدین وغیرہ کیا میں نے کہا شل پیرے خو کوے زما پکی سہ دی کہ بیس دفعہ تو کرین ہمیں کیا۔ بیان شروع ہوا، انگلینڈ میں بڑا مسئلہ sex کا ہے اور بدکاری کا ہے کیونکہ سترہ اٹھارہ سال کی لڑکی ایک بنیان پہنے ہوئے اور ایک جینز پہنے ہوئے پھر رہی ہوتی ہے اور مرد پورے کپڑے پہنے ہوئے ٹائی باندھے ہوئے سارا بدن covered۔ جب میں نے بیان کیا تو بیان میں میں نے کہا کہ تصوف کسے کہتے ہیں؟ جب تیرا نفس گناہ کے جذبے سے بھڑک اُٹھے اُس کو کیسے کنٹرول کرنا ہے یہ وہ اصلاح ہے جو تصوف کرتا ہے اور تزکیہ اِسے کہتے ہیں۔ جب بیان ختم ہوا نا تو ساری تنظیم کا انچارج جو تھا نا اُس نے کہا "تا سرا بیلہ خبرہ بہ کومہ" وزیرستان کا تھا۔ مجھے باہر نکال

کر لے گیا، کہنے لگا کہ نفس جب بھڑکتا ہے اُس کی اصلاح کیسے ہوتی ہے؟ تو میں نے کہادا اصلاح یو گھنٹہ تقریر سرہ خونہ کیگی۔ یہ اصلاح ایک گھنٹہ کی تقریر پر نہیں ہوتی اس اصلاح کا تو پورا ایک نظام ہے۔ آپ نے سنا آپ بڑے خوش ہوگئے کہ انجینئر بننے سے اتنی تنخواہ ملتی ہے ڈاکٹر بننے سے اتنی ملتی ہے تو آپ نے کہا زہ ڈاکٹر جوڑیگم خو یو گھنٹہ کہ خونہ جوڑے گی ۔(آپ نے کہا میں ڈاکٹر بنتا ہوں تو ڈاکٹر ایک گھنٹہ میں تو نہیں بنتا ہے)۔ جو ایک گھنٹہ کی بات سن کر آپ کا جذبہ بنا ہے صرف اس سے تو نہیں بنتا ہے آدمی ۔ اُس کیلئے چار پانچ سال کے نصاب سے گزرنا ہوتا ہے۔ تو عرض میں آپ سے یہ کر رہا تھا کہ جب نفس جذبات شہوانیہ سے بھڑک اُٹھتا ہے عقل کام نہیں کرتی ہے۔

اور تیسرا جو انسان کا جذبہ ہے جذبۂ حرص ہے کہ ساری چیزیں میری ہو جائیں، جذبۂ حرص کے تحت بھی انسان کی عقل کام نہیں کرتی ہے تو انسان کی عقل درست ہو اور جذبہ درست نہ ہو تب بھی یہ بے کار ہے۔ تو لہٰذا اِس کی عقل کو بھی درست کرنا پڑے گا جذبے کو بھی درست کرنا پڑے گا عقل کی درستگی کے لئے فقہ ہے اور جذبے کی درستگی کیلئے تصوف ہے۔ دونوں کا ماخذ قرآن و حدیث ہے اور حضورؐ کی زندگی ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا۔

وَ اَنۡزَلۡنَا اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ

ترجمہ: اور ہم نے آپؐ پر یہ قرآن اُتارا ہے تاکہ جو ہدایت (آپؐ کے واسطے سے) لوگوں کے پاس بھیجی گئی ہے وہ ہدایات آپؐ اُن کو واضح کر کے سمجھا دیں۔ (معارف القرآن)

اللہ وہ ذات ہے جس نے نازل کیا ذکر کو یعنی قرآن پاک کو، قرآن پاک کا ایک نام ذکر ہے یعنی قرآن کو تیری طرف نازل کیا جو کہ ماخذ ہے، منبع ہے، بنیاد ہے سارے ہمارے اصلاحی نظام کا، پورے دین کا لیکن اِس کے لئے ضروری ہے کہ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ تاکہ تو تشریح کرے اُس بات کی جو نازل کی ہم نے گویا قرآن پاک کی تشریح کا فریضہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضورؐ کے ذمے لگایا ہے۔ لہٰذا اگر آپ کی تشریح نہیں ہوگی تو قرآن سے فائدہ نہیں ہوسکے گا۔

(جاری ہے)

صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ معروف بہ ”کشف الستر عن اوقاتِ العشاء والفجر“ (قسط-۱۱)

(مفتی شوکت صاحب)

﴿علامہ شامیؒ اور صبح صادق؟﴾

علامہ شامیؒ رد المختار میں تحریر فرماتے ہیں:

ان التفاوت بین الفجرین و کذا بین الشفقین الاحمر والابیض انما هو بثلاث درج....... (ردالمحتار جلد : ۱۴/۲)

ترجمہ: صبح صادق اور صبح کاذب کے درمیان شفق احمر اور شفق ابیض کی طرح تین درجے کا فرق ہوتا ہے۔

اس کے جواب میں جناب سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”اس میں علمی باتیں تین ہیں۔ معتبر صرف صبح صادق ہے جس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی روشنی افق پر پھیلی ہوتی ہے۔ صبح کاذب کا کوئی اعتبار نہیں جو آسمان میں طولاً یعنی افق سے بلندی کے رخ چڑھتی ہے جیسا کہ بھیڑیئے کی دم ہوتی ہے۔ اس کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے یعنی صبح صادق سے پہلے صبح کاذب کا غائب ہونا حضرتؒ ضروری سمجھتے ہیں۔ آگے فنی بات ہے جس کا فن کے مستند اصولوں کے مطابق جائزہ لینا ضروری ہے۔ جس بات میں علم اور فن دونوں جمع ہوں اس کا تجزیہ اچھا خاصا مشکل کام ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں محدث کی بات اور فقہ میں فقیہ کی اور تصوف میں صوفی کی بات معتبر ہوتی ہے۔ اسی طرح فن میں ماہر فن کی بات معتبر ہوتی ہے۔ پس صورت مذکورہ میں ہر محقق کی بات اس کے فن میں معتبر ہوگی اور اگر اس کی عبارت کے اس حصے میں جس میں اس کا اختلاف اس فن کے ماہر کے ساتھ آئے تو پھر وہاں اس ماہر کی بات مانی جائے گی اور اس محقق کے قول میں تاویل کی جائے گی۔ ڈاکٹر اگرچہ دوائیوں میں اور جسم کے تعاملات میں

جو کیمسٹری استعمال ہوتی ہے اس سے کچھ کچھ آگاہ ہوتا ہے لیکن اس کی تفصیلات میں اس کو کیمسٹ کے ساتھ رابطہ کرنا پڑتا ہے خود اس میں آزادانہ فیصلہ خطرے سے خالی نہیں ہوتا بالخصوص جبکہ کوئی بڑا کیمسٹ اس کے خلاف لکھ بھی چکا ہو۔ اب چونکہ یہاں قیل کے عنوان سے بات کی گئی ہے، اس لیئے اس میں تو ویسے بھی سوچنے کی گنجائش موجود ہے کہ لکھا تو بہت سارے لوگوں نے، ہم کیوں نہ یہ بات ان سے لیں جو اس فن کے ماہر ہیں۔ اب ذرا انصاف سے دیکھا جائے کہ ہم حضرتؒ کے ساتھ حضرت کی ساری علمی باتوں کے ساتھ متفق ہیں کہ ہماری صبح صادق مستطیر ہے اور صبح کاذب (بروجی روشنی) مستطیل ہے اور اس کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے۔ آج کل کے محققین سب اس پر متفق ہیں کہ 18 درجے زیر افق کی روشنی مستطیر ہوتی ہے یعنی قوس کی شکل میں ہوتی ہے حتی کہ جو اس کو صبح کاذب مانتے ہیں وہ بھی اس کا قوس ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ علامہ شامیؒ کی بات اپنے حق میں نقل کرنے والوں کا عمل یہ ہے کہ وہ 18 درجے زیر افق کے وقت پر صبح صادق کا وقوع سمجھتے ہیں حالانکہ یہ مستطیر روشنی ہوتی ہے مستطیل نہیں۔ 18 درجے زیر افق اور 15 درجے زیر افق کی روشنی کے درمیان اندھیرا بالکل نہیں ہوتا بلکہ روشنی مسلسل بڑھ رہی ہوتی ہے۔ اس لیئے حضرتؒ کے قول کے ناقلین حضرتؒ کے علمی مسلک کے تو خلاف ہیں اور اس حصّے میں جو حضرت کی اپنی تحقیق نہیں اور فنی بات ہے اس میں حضرت کی تقلید کرنا چاہتے ہیں اور ماہرین فن کی نہیں۔ شاید اسی کو کہا جاتا ہے دن کو رات اور رات کو دن بنانا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ اس کے برعکس ہم حضرت کے فن یعنی علمی تحقیق میں حضرت کے ساتھ ہیں اور فنی بات میں ماہرین فن کے ساتھ ہیں اور حضرت کی بے ادبی کیئے بغیر حضرت کے اس فنی حصّے سے عذر کریں گے جو ہمارے اور ماہرین کے صریح مشاہدات کے خلاف ہیں.........(صبح صادق اور صبح

کاذب کے بارے میں یک علمی اور تحقیقی جائزہ صفحہ نمبر ۱۵،۱۶ ازکاکاخیل)

جواب :

قارئین حضرات! آپ نے جناب سید صاحب کی تشریح ملاحظہ فرمایا اس کے برعکس قائلین 15 درجے والوں کا نقطہ نظر مندرجہ ذیل ہے:

علامہ شامیؒ کی مذکورہ بالا روایت ۱۸ درجے والوں کی بجائے قائلین ۱۵ درجے کی تائید کررہی ہے۔ کیونکہ پچھلے صفحات میں یہ حقیقت جدید ماہرین فن کی تصریحات سے بالکل واضح ہو چکی ہے کہ ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی اسٹرونومیکل ٹویکل لائٹ (فلکی فلق) سے پہلے مکمل اندھیرا ہوتا ہے۔ لہٰذا علامہ شامیؒ کی روایت اسی وقت صحیح ہوسکتی ہے کہ ۱۸ درجے پر صبح کاذب اور ۱۵ درجے پر صبح صادق مان لیا جائے۔ چنانچہ قائلین ۱۸ درجات والے حضرات کو اس قول کی صحت سے انکار کرنے کا یہ جواز مل گیا۔۔۔۔ کہ چونکہ صبح صادق ایک ایسا مسئلہ جس میں علم اور فن دونوں اکھٹے ہوئے لہٰذا اس میں عالم دین کے علاوہ ماہر فن کی بات بھی معتبر ہوگی۔ پھر ماہرین فن میں جدید ماہرین فن کی بات زیادہ قابل اعتماد ہوگی۔۔۔۔ اگرچہ ان حضرات پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جدید ماہرین مسلمان کیوں نہ ہوں، ان کی تمام تحقیقات کا سہرا ماہرین مغرب (غیر مسلم) کے سر ہے۔ لہٰذا جوابی بحث سے پہلے ضروری ہوگا کہ یہ حقیقت واضح (clear) کیا جائے کہ اوقات خمسہ کا تعلق خالص شریعت کیساتھ ہے یا اس میں فن فلکیات کا کچھ دخل ہے؟

جناب سید کاکاخیل صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ۔۔۔۔"اب ذرا انصاف سے دیکھا جائے کہ ہم حضرتؒ کے ساتھ حضرت کی ساری علمی باتوں کے ساتھ متفق ہیں کہ ہماری صبح صادق مستطیر ہے اور صبح کاذب (بروجی روشنی) مستطیل ہے اور اس کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے "۔۔۔۔۔۔

جناب کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ آج تک کسی صاحب علم نے یہ دعوی نہیں کیا کہ صبح صادق مستطیل جبکہ صبح کاذب کچھ اور قسم کی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے جناب کو یہ لکھنا پڑا "کہ ہم حضرتؒ کے ساتھ حضرت کی ساری علمی باتوں کے ساتھ متفق ہیں۔۔۔۔۔ قائلین ۱۵ درجے بھی یہ عرض کرسکتے ہیں:

کہ ہم حضرتؒ کے ساتھ حضرت کی ساری علمی باتوں کے ساتھ متفق ہیں کہ ہماری صبح صادق مستطیر ہے اور صبح کاذب

(بروجی روشنی) مستطیل ہے اور اس کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔لہٰذا ہم بھی حضرتؒ کے ساتھ حضرت کی ساری علمی باتوں کے ساتھ متفق ہو گئے۔

بات دراصل یہ ہے کہ حضرتؒ کی عبارت پر غور کر کے سمجھنا ضروری ہے۔ ہم یہاں پر ان شاء اللہ تعالیٰ علامہ شامیؒ کی روایت اور صبح صادق پر زرا تفصیل کیساتھ بحث کریں گے تا کہ مسئلہ مکمل طور پر واضح ہو جائے:

کیا اوقات کا مسئلہ فنی ہے؟

جاننا چاہئیے کہ معرفت اوقات پنجگانہ کا مسئلہ سو فیصد (100%) خالص شرعی ہے اس میں فن کا ایک فیصد (001%) بھی کردار نہیں پایا جاتا۔ ابوداود کی حدیث ہے کہ: **نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب** : ہم امی امت (چاند اور اوقات کے حوالے سے) کوئی حسابی قواعد وضوابط نہیں جانتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام کی عالمگیریت اور جامعیت کا سارا راز اس بات میں مضمر ہے کہ یہ مذہب دنیا کے کسی بھی طبقے، زبان اور زمانے کے لوگوں کیلئے یکساں قابل عمل رہے۔ لہٰذا اسلام کے دائمی اصول اگر ایک طرف قیامت تک کے پیش آمدہ مسائل و حالات کو شامل ہیں تو دوسری طرف یہ ایسے عام فہم اور نہایت آسان بھی ہونے چاہیے کہ بنی نوع انسان کے ہر طبقے کیلئے یکساں قابل فہم و عمل ہو۔

رمضان اور عیدین کے بارے میں فرمایا گیا **صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته** امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب تک چاند نہیں دیکھا گیا ہو اس وقت تک گزشتہ مہینے کے ۳۰ دن پورے کرنے کے بغیر کسی بھی ماہر فن کے قول پر اعتماد کر کے نئے مہینے کا اعلان نہیں کیا جا سکتا۔ یہی معاملہ نماز پنجگانہ کیلئے اوقات کے بارے میں ہے کہ تمام اوقات کا سارا دار و مدار سورج کے مختلف مدارج پر رکھا گیا جو کہ تقریباً تمام دنیا میں نہایت آسانی کیساتھ مشاہدہ کر کے اس سے اوقات نماز کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جس طرح ان مسائل پر ایک سائنسدان، ماہر فلکیات اور ایک جدید تعلیم یافتہ مسلمان نے عمل کرنا ہے تو اتنا ہی اس کا ایک دیہات، جنگل و صحراء اور وادیوں میں رہنے والا انسان بھی محتاج ہے۔ لہٰذا اگر ایسے مسائل (جن کو ایک ہی دن میں پانچ، چھ (۶/۵) دفعہ ایک مسلمان کی ضرورت پڑتی ہے ان) کو فلکیاتی موشگافیوں اور سائنسی تحقیقات پر موقوف کر دیا جائے تو امت کا ۹۹ فیصد حصہ کم از کم ۵۰ فیصد احکام پر عمل پیرا ہونے سے عاجز ہو جائیگا۔۔۔۔ بلکہ وہ حضرات جو اوقات کے پہچاننے میں علم فلکیات پر عبور (مہارت تامہ) کو لازمی شرط قرار دے رہے ہیں ان کی خدمت میں ہم ایک گزارش کریں گے کہ اوقات کے پہچاننے کیلئے دور نبویؐ اور دور صحابہ میں علم فلکیات سے کتنا استفادہ کیا گیا تھا۔۔۔؟ اگر جواب نفی میں ہے۔۔۔ اور یقیناً نفی میں ہے۔۔۔ تو پھر مسئلہ یہ ہوا کہ:

''مسئلہ اوقات''سو فیصد (100%) خالص شرعی مسئلہ ہے اس میں سائنسی علوم اور فن فلکیات کا ایک فیصد بھی رول نہیں ہے''

علامہ شامیؒ کی ذمہ داری:

جب یہ مسئلہ حل ہوگیا کہ اوقات (صبح صادق وصبح کاذب) کی تعیین کا تعلق خالص علم شرعی کیساتھ ہے۔تو پھر ''فن فلکیات'' میں عدم مہارت کو عذر قرار دیکر علامہ شامیؒ کے قول سے معذرت کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ علامہ شامیؒ فقہ حنفی کے ایسے معتمد اور مستند مفتی گزرے ہیں کہ آج احناف کے بڑے سے بڑے دارالافتاء کا کوئی مفتی ان کے فتاویٰ سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شامی کو جتنی قبولیت کا شرف بخشا ہے وہ بہت کم کتابوں کو نصیب ہوا ہے۔

(۱) علامہ شامیؒ اگر باقی تمام مسائل میں معتمد ہیں تو نماز جیسے اہم مسئلے میں محض فن میں مہارت نہ رکھنے کی وجہ سے کیسے اتنی بڑی غلطی کے مرتکب ہوگئے۔۔۔؟

(۲) کیا انکی تبحر علمی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ صبح صادق جیسے حساس وقت کے بتانے میں تحقیق کر کے کچھ بھی مشقت نہ برداشت فرماتے۔۔۔؟

(۳) کیا انکی شرعی، علمی اور منصبی فریضہ یہ نہیں بنتا تھا کہ وہ ایسے اہم فتوے کو نقل فرماتے وقت کسی بھی طریقے سے اس کو پایہ ثبوت تک پہنچادیتے۔۔۔؟

علامہ شامیؒ کی روایت اور صبح صادق:

مذکورہ حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ علامہ شامیؒ کی روایت کہ صبح صادق اور صبح کاذب کے درمیان تین درجے کا فرق ہوتا ہے، بالکل درست ہے۔تفصیل اس کی یہ ہے کہ صبح کاذب کب طلوع ہوکر پھر غائب ہوتی ہے اور اس کے بعد صبح صادق کب طلوع ہوتی ہے۔

☆ اس کا حقیقی فیصلہ کیسے کیا جاسکتا ہے............متوقع جواب مشاہدے سے

☆ مشاہدہ کس کا معتبر ہوگا ؟.........جواب جو حضرات ان نشانیوں کو، جو روایات میں صبح صادق وصبح کاذب کے حوالے سے منقول ہیں، سو فیصد سمجھتے ہوں ۔

☆ مشاہدہ علامہ شامی کا بھی معتبر ہوگا کہ نہیں ؟.......جواب ظاہر بات ہے کہ ایک مفتی اعظم ہونے کی حیثیت سے علامہؒ کا مشاہدہ عین روایات کے مطابق ہوکر بطریقہ اولیٰ معتبر ہوگا۔

(جاری ہے)

سانچ کو آنچ نہیں

(محمد الطاف حسین صاحب، لیکچرر شعبۂ معاشیات اسلامیہ کالج پشاور)

محترم جعفرخان بندہ (الطاف) کا براہ راست شاگرد ہے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر فدا صاحب مدظلہٗ سے بیعتِ توبہ کا شرف بھی نصیب فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے زندگی بدلنے کی توفیق عطا فرمائی۔ پشاور یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بضرورت معاش ابوظھبی میں کام کر رہا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب سے اپنے معاملات میں مشورہ کر تیار رہتا ہے اور اس کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔

چند مہینے پہلے بندہ کے ساتھ ٹیلی فون پر رابطہ کیا کہ مجھے بہت بڑا مسئلہ درپیش ہے۔ میرے ساتھ ایک حادثہ ہوا ہے۔ ہوا یوں کہ ایک رات میرے پاس چند دوست ملنے آئے۔ اس وقت ایک اور ساتھی کا بھی ہم سے رابطہ ہوا۔ ہم نے اس کو کہہ دیا کہ آتے ہیں آپ کو لینے کے لئے۔ میں اور ایک دوسرا ساتھی باہر نکلے۔ میں نے اس کی گاڑی لے لی کہ ڈرائیونگ میں کروں گا گو کہ میرے پاس وہاں کا ڈرائیونگ لائسنس نہیں تھا۔ وہاں کی بڑی بڑی سڑکیں اور شاہراہیں بس میں نے خوب گاڑی تیز کردی ۔ مجھے کچھ پتہ نہیں چلا کہ کیا ہوا لیکن گاڑی اسی تیز رفتاری میں اُلٹ گئی اور چند قلابازیاں کھائیں۔ لوگ دوڑ کر آگئے کہ درمیان میں تو کوئی بھی نہیں بچا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کا احسان اور سلسلہ کی برکت کہ مجھے تو خراش تک بھی نہیں آئی اور دوسرے ساتھی کو معمولی چوٹیں آگئیں۔ پولیس والے آگئے مجھ سے لائسنس کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا کہ ابھی نہیں بنایا۔ خیر مقدمہ میرے خلاف درج کردیا۔ اُن دوستوں نے میری مدد کرنے کی بجائے میرے خلاف گاڑی کی اغواء کا مقدمہ بھی درج کردیا اور بعد میں پتہ چلا کہ وہ گاڑی کسی کرایہ والے سے کرایہ پر لے کر آئے تھے اور ساتھ گاڑی کی تمام قیمت ادا کرنے کا مطالبہ بھی کردیا۔ مجھے میرے وکیل نے کہا کہ آپ صاف انکار کردیں اور جھوٹ بول لیں کہ آپ نے کچھ نہیں کیا ، مجھے کچھ پتہ نہیں۔ جعفر صاحب نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے رابطہ کیا اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اُن کو واضح طور پر کہہ دیا کہ ہمارے سلسلہ میں جھوٹ کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ آپ قاضی (جج) صاحب کے سامنے بالکل سچ سچ بیان دے دیں اللہ تعالیٰ اسی میں خیر کا راستہ نکال دے

گا۔ جعفر صاحب کی والدہ نے بھی حضرت ڈاکٹر صاحب سے رابطہ کیا کہ ہم پر یہ بہت مشکل وقت ہے آپ دعا فرمائیں جعفر تو آپ کا بھی بیٹا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے ان کو بتایا کہ دعا ضرور کریں گے لیکن اگر وہ میرا بیٹا ہے تو اس کو سچ ہی کہنا چاہیئے۔ جعفر صاحب نے بتایا کہ میں نے سچ ہی کہنے کا ارادہ کیا۔ اس کیس کی معمولی سزا چھ مہینے قید، تین ہزار درہم جرمانہ، نوکری ختم اور واپس پاکستان۔ یعنی میرا پورا مستقبل تباہ و برباد ہونے کا فیصلہ تھا۔ جس قاضی صاحب کے پاس میرا مقدمہ تھا اس کا ترجمان کوئی پاکستانی نیک آدمی تھا۔ میں نے اس کو اپنا سارا واقعہ سچ سچ بیان کر دیا۔ وہ قاضی صاحب کے پاس گئے ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ میں نے وہاں بھی سب سچ بول دیا کہ جو ہو سو ہو۔ قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے مہربان کر دیا اور مجھے مکمل طور پر مقدمہ سے بری کر دیا۔ نوکری بھی بحال رہی، پاکستان واپسی بھی نہ کرائی اور بہت معمولی سا جرمانہ لگا کر فارغ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا کہ سچ کی برکت اور حضرت ڈاکٹر صاحب کی دعاؤں نے جھوٹ سے بھی بچا لیا اور مسئلہ بھی حل ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۲۲ سے آگے) تاکہ سارا پانی نیچے رس جائے اور مسواک اچھی طرح خشک ہو جائے تاکہ تمام جراثیم اِس سے ختم ہو جائیں۔ اِس ادب پر عمل کرنے کے بعد تقریباً تین مہینوں سے میرے منہ اور معدے کی تکلیف بالکل ٹھیک ہو گئی ہے اب مسواک بھی مسلسل استعمال کر رہا ہوں۔

یہاں پر ایک بات میں ضرور لکھنا چاہوں گا کہ اکثر لوگ بہت سے سنت اعمال صرف اِس بات پر چھوڑ دیتے ہیں کہ جی کوئی فرض تو نہیں کہ اِس کی قضا ادا کرنی پڑے لیکن یہ بات بہت واضح ہے کہ جس دین کے آداب میں دنیا کے اتنے عظیم فائدے ہیں تو اُس دین کے مستحبات، سنن، واجب اور فرائض پر عمل کرنے سے دنیا اور آخرت کے کتنے عظیم فوائد ہوں گے۔ لیکن انسان اپنی سستی اور کاہلی سے صرف اپنے آپ کو فرائض تک محدود رکھتا ہے اور پتہ نہیں کہ وہ فرائض بھی قبول ہوتے ہیں یا وہ بھی ناقص ہوتے ہیں بعض لوگ فرض، واجب اور سنت پر عمل کرتے ہیں مستحبات اور آداب کا خیال نہیں رکھتے جبکہ اِن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے چین، سکون اور راحت رکھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

دینِ اسلام ایک نعمت ھے

(محمد ریحان مروت صاحب)

ایک آیت کا مفہوم ہے کہ جس میں دین کو نعمت کہا گیا ہے اِس کی تشریح میں میرے حضرت صاحب (ڈاکٹر فدا صاحب مدظلہٗ) فرماتے ہیں کہ نعمت اُس چیز کو کہتے ہیں جس کی انسان کو اشد ضرورت ہوتی ہے کہ جیسے سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی کی انسان کو شدت سے ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی انسان کو اپنی بقا اور کامیابی کیلئے دین کی اشد ضرورت ہے۔ شریعت کے جملہ احکامات اور سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبارک طریقوں میں نہ صرف آخرت کی کامیابی کا وعدہ ہے بلکہ دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کو چین و سکون اور راحت والی زندگی نصیب فرماتے ہیں اور اُس بندے کو پاکیزہ زندگی سے نوازتے ہیں اور جو اِن سے اعراض کرتا ہے تو وہ انسان اپنی زندگی میں پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اِسی نوع کا ایک واقع میرے ساتھ پیش آیا ہے جس کو میں اپنے حضرت جی کے حکم سے یہاں قلم بند کررہا ہوں۔

پچھلے تقریباً تین چار سالوں سے مجھے معدے کی تکلیف شروع ہوئی جس کی وجہ سے میرے منہ میں چھالے ہوتے تھے۔ منہ میں جلن ہوتی تھی اور ذائقہ خراب رہتا تھا کسی کے مشورے سے میں ڈینٹل ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اُس نے دانتوں کی صفائی وغیرہ کے بعد معدے کیلئے کافی مہنگے ٹیسٹ بھی کرائے اور دوائی بھی استعمال کی لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اِس کے بعد ڈاکٹروں اور حکیموں کا سلسلہ شروع ہوگیا لیکن کسی سے بھی افاقہ نہ ہوا اِسی دوران ہومیو پیتھک علاج بھی کروایا، دیسی ٹوٹکے بھی بہت آزمائے لیکن سب بے کار ہوتے گئے اور میری تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا، حضرت صاحب نے مختلف اشیاء تجویز کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ پچھلے ایک سال سے میرا منہ مسلسل پکا ہوا تھا ایک دن بڑے بھائی نے کہا کہ آپ مسواک کا استعمال کچھ دنوں کیلئے چھوڑ دیں۔ اِس پر عمل کرنے سے میری یہ تکلیف واقعی دور ہوگئی دوبارہ مسواک کے استعمال سے تکلیف شروع ہوجاتی اور چھوڑنے سے ختم ہوجاتی آخر اِس کا تذکرہ میں نے حضرت صاحب سے کیا انہوں نے فرمایا کہ مسواک کی سنت کا مذاکرہ کرو۔ مذاکرے کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ مجھ سے مسواک کے ایک ادب میں کوتاہی ہورہی تھی کہ مسواک کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ مسواک کو استعمال کے بعد اچھی طرح دھوکر اُلٹا رکھنا ہوتا ہے

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

علماءِ ھند کی ذھانت

(ادارہ)

جب سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے حجاز پر قبضہ کر لیا اور شریف حسین کو وہاں سے نکال دیا۔ مکہ شریف اور مدینہ شریف میں جتنی پختہ قبریں تھیں یا اُن پر عمارتیں تھیں وہ سب مسمار کر دیں۔

یہاں تک کہ حافظ وھبہ نے، جو سعودی حکومت کے مفتی اعظم تھے، سلطان کو مشورہ دیا کہ حضور اقدس ﷺ کے گنبد کو گرا دیا جائے۔ سلطان چونکہ بہت عقلمند تھا اس نے حافظ وھبہ کو جواب دیا کہ میں تمام ملکوں سے جید علماء اسلام مکہ شریف بلاؤں گا، تم اُن سے بحث کرو جب وہ سب مان لیں گے تو میں گنبد کو بھی گرا دوں گا۔

چنانچہ حج کے دنوں میں ابن سعود نے چین، روس، ترکی، ایران، افغانستان، ملایا، انڈونیشیا، ہندوستان کے علماء کو دعوت نامے بھیجے جو سب نے قبول کئے اور وہاں پہنچ گئے۔ ہندوستان کی جمعیت علماء کے صدر جناب مفتی کفایت اللہ صاحبؒ تھے اور نائب صدر حضرت مولانا معین الدین صاحبؒ (گدی نشین اجمیر شریف) تھے۔ یہ دونوں بھی مکہ شریف گئے تھے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد سلطان نے تمام علماء کو دعوتِ طعام دی اور یہ بھی کہا کہ حافظ وھبہ سے گنبد کے معاملہ میں بحث کی جاوے۔ باہر کے علماء ایک وکیل مقرر کریں۔ تمام ملکوں کے علماء نے علماءِ دیوبند کو اختیار دیا۔

کھانے کے بعد مباحثہ شروع ہوا۔ حافظ وھبہ نے کہا کہ حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ پختہ قبر مت چھوڑو اور اُن پر سے آبادی کو گرا دو۔ سلطان نے حضرت مولانا صاحبؒ سے کہا کہ جواب دیں۔ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے حضرت مولانا معین الدین صاحبؒ کو جواب دینے کا کہا۔ انہوں نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ کو عشرہ مبشرہ، جن میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی شریک تھے، نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں دفن کیا جو آباد تھا۔ اس پر حافظ وھبہ کو غصہ آیا اور کہا کہ میں قولِ رسول پیش کرتا ہوں اور یہ مقابلہ میں عشرہ مبشرہ کو پیش کرتے ہیں۔ سلطان نے حافظ وھبہ کو خاموش کر دیا اور کہا کہ ہم تک تو اسلام حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے پہنچایا ہے، جب حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے حضور اقدس ﷺ کو آبادی میں دفن کیا ہے تو میں یہ آبادی قبر سے کبھی نہیں ہٹاؤں گا، خواہ آبادی کسی قسم کی ہو مربع ہو یا مدور یعنی چھت ہو یا گنبد ہو یہ آبادی برقرار رہے گی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ گنبد محفوظ رکھا۔

ارذَلِ العُمُرِ

(ڈاکٹر مولانا عبید اللہ صاحب)

نوٹ (ادارہ): گزشتہ مہینوں کے القاسم کے کسی شمارے میں حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے جان محمد نامی کسی مولوی صاحب کی تحریر شائع کروائی۔ جان محمد صاحب اشاعتی تحریک کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس تحریر میں انھوں نے وفاق المدارس کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی شان میں کافی گستاخانہ طرز اختیار کیا ہوا تھا۔ ان سے کچھ گلہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ تعلیم کیسی بھی ہو شخصیت تو گھریلو ماحول میں بنی ہوتی ہے۔ اگر وہ ماحول ہی اکھڑ ہو اور ماں باپ، دادا دادی، بڑے بھائی، چچا وغیرہ سے گستاخانہ خطاب ہی سیکھا ہو تو صرف تعلیم اس شخصیت کو بدل نہیں سکتی۔ اس میں انھوں نے ایک بات یہ لکھی تھی کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ارذل العمر کے دور میں مبتلا ہیں۔ چونکہ جان محمد صاحب کو تفسیر کی مہارت کا دعویٰ ہے اس لئے ادارہ نے جناب مولانا ڈاکٹر عبید اللہ صاحب سے ارذل العمر کے بارے میں تفصیلی تحریر شائع کرنے کو کہا۔ ذیل میں وہ تحریر ہے۔

ومنکم مَنْ یّرَدُّ ، مَنْ یّرَدُّ کے لفظ سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ انسان پر پہلے بھی ایک ضعف اور کمزوری کا وقت گزر چکا ہے۔ یہ اس کے بچپن کا ابتدائی دور تھا جس میں یہ کسی سوجھ بوجھ کا مالک نہ تھا اور اس کے قوٰی بالکل ضعیف و ناتواں تھے، یہ اپنی بھوک پیاس کو دور کرنے اور اپنے اُٹھنے بیٹھنے میں غیروں کا محتاج تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو جوانی عطا کی۔ یہ اس کی ترقی کا زمانہ ہے۔ پھر رفتہ رفتہ اس کو بڑھاپے کے ایسے درجے میں پہنچا دیتے ہیں جس میں یہ بالکل اس طرح کمزوری، ضعف اور اضمحلال کی طرف لوٹا دیا ہوتا ہے جیسا کہ بچپن میں تھا۔

ارذَلِ العُمُرِ ،اس سے مراد پیرانہ سالی کی وہ عمر ہے جس میں انسان کے تمام جسمانی اور دماغی قوٰی مختل ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اس عمر سے پناہ مانگتے تھے۔ ارشاد ہے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۤ اَعُوْذُبِکَ مِنْ سُوْءِ العُمُرِوَ فِیْ رِوَایَتِہٖ مِنْ اَنْ اُرَدَّاِلٰی اَرْذَلِ لعُمُرِ

یعنی ''یا اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بری عمر سے، اور ایک روایت میں ہے کہ پناہ مانگتا ہوں ارذل عمر سے''۔

ارذل عمر کی تعریف میں کوئی تعین نہیں ہے، البتہ مذکورہ تعریف راجح معلوم ہوتی ہے، جس کی طرف قرآن نے بھی لِکَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا سے اشارہ کیا ہے، کہ وہ ایسی عمر ہے جس میں ہوش و حواس باقی نہیں رہتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی معلومات بھول جاتا ہے۔

ارذل عمر کی تعریف میں اور اقوال بھی ہیں، بعض نے اسّی سال کی عمر کو ارذل العمر قرار دیا ہے اور بعض نے نوّے سال کو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پچھتر سال کا قول منقول ہے۔ (مظہری بحوالہ معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۶۹)

لِکَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا ، پیرانہ سالی کے انتہائی درجے میں پہنچنے کے بعد آدمی میں نہ قوتِ جسمانیہ رہتی ہے اور نہ ہی عقلیہ، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے۔ وہ تمام معلومات بھول کر بچے کی مانند ہو جاتا ہے، جس کو نہ علم و خبر ہے اور نہ ہی فہم و فراست، حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والے کی یہ حالت نہ ہوگی۔
(معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۶۹ تفسیر پارہ نمبر ۱۴، سورہ نحل آیت نمبر ۷۵)

ان اللہ علیم قدیر (یعنی) بے شک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے، بڑی قدرت والے ہیں (علم سے ہر شخص کی عمر کو جانتے ہیں) اگر چاہیں تو طاقتور نوجوان پر ارذل العمر کے آثار طاری کر دیں، اور چاہیں تو سو سال کا معمر انسان بھی طاقتور جوان رہے، یہ سب کچھ اسی ذات کے دست قدرت میں ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ (حوالۂ بالا)

جان محمد صاحب کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ سلیم اللہ خان صاحب بحال ہوش و حواس کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

اسلامی بینکاری

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

گردوپیش سے سلسلے میں بیعت حضرات اور دیگر حضرات یہ بات مسلسل پوچھتے رہے کہ اسلامی بینکاری کے بارے میں اپنے حضرات دو جماعتوں میں منقسم ہو گئے اور دونوں کے فتوے میدان میں آ گئے، ہم کس فتوے پر عمل کریں؟ بندہ کی طرف سے عرض ہے کہ دونوں طبقات کی ثقاہت اور تقوٰی مسلم ہے۔ ہم اپنی بے علمی کی وجہ سے اس حیثیت میں ہی نہیں ہیں کہ ان پر تبصرہ کر سکیں۔ مفتی محقق اور متقی ہو اور اپنی پوری کوشش کرنے کے باوجود اگر اس سے بشری خطاء ہو جائے تو اس مفتیءِ خاطی کو بھی ایک اجر ملتا ہے اور جو آدمی اس کے فتوے پر عمل کرتا ہے وہ بھی گنہگار نہیں ہوتا۔ اہلِ حق کی یہ علامت ہوتی ہے کہ جب ان پر حق واضح ہو جائے تو اپنی بات کو چھوڑ (رجوع) دیتے ہیں اور حق کو لے لیتے ہیں۔ اور اگر مفتی کا فتوٰی ٹھیک ہو تو وہ مفتیءِ مصیّب ہوتا ہے۔ اس کو دو اجر ملتے ہیں۔

ہم چونکہ اہلِ تصوف ہیں اور اس راستے میں روزی کمانے کے بارے میں اور آمدنی کے بارے میں خاص طور پر احتیاط برتی جاتی ہے اس لئے اپنی آمدنی کو شبہ سے بچانے کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ اس سلسلے میں زیادہ محتاط طریقہ وفاق المدارس والوں کا ہے۔ بعض اوقات علمائے کرام اور مفتیانِ عزام اپنی شفقت کی وجہ سے دوسرے فقہوں کی سہولت لیتے ہوئے اور حرامِ مطلق سے بچانے کے لئے مکروہ پر فتوٰی دے دیتے ہیں تا کہ حرام کی دلدل میں دھنسنے والے لوگوں کو بچاؤ کا سامان مہیا کر سکیں۔ اہلِ تصوف کو تو بلا وجہ رخصتوں کی طرف نہیں جانا چاہئے بلکہ عزیمت کا طرز اختیار کرنا چاہئے۔

روپے کی قیمت اور قدر روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ بینکاری کے نظام میں آنے کے بعد روپے کو اس نقصان سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اس لئے بندہ کی ساتھیوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اضافی پیسے کو زراعتی زمینوں کے خریدنے پر لگائیں۔ اس سے پیسے کی قیمت محفوظ ہو جائے گی۔ اور اس میں سلسلے کے محنتی اور متقی حضرات کو کام پر لگائیں تا کہ وہ اپنے لئے بھی آمدنی کریں اور آپ کو بھی فائدہ پہنچائیں۔

بندہ کی معلومات میں ایک عجیب قابلِ ذکر واقعہ ہے۔ خیبر میڈیکل کالج کے اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافہ ہوا۔ پندرہ، پندرہ ہزار روپے فی آدمی بقایا جات ملے۔ (باقی صفحہ ۳۲ پر)

تبصرۂ کتب : ''اسلامی معیشت''

(محمد الطاف حسین صاحب، لیکچرار شعبۂ معاشیات، اسلامیہ کالج، پشاور)

نوٹ: بندہ کو جناب حضرت مفتی ذاکر نعمانی صاحب کی کتاب ''اسلامی معیشت'' ملی۔ اس پر تبصرہ لکھنا اسلامی علوم کے تناظر اور معیشت کے تناظر میں بندہ کے بس سے باہر تھا اس لئے اسلامیہ کالج کے شعبۂ معاشیات کے استاد جناب الطاف حسین صاحب سے یہ تبصرہ لکھوایا گیا۔ [ڈاکٹر فدا محمد]

آجکل دنیا کی تمام معاشی پالیسیاں اور ترتیبیں کفّار کی چل رہی ہیں جن کی بنیاد سود اور معاشی وسائل کو ہر جائز و ناجائز طریقے سے حاصل کرنے پر ہے۔ معاشی لحاظ سے ترقی یافتہ قوموں نے تیسری دنیا کے ممالک کو عموماً اور مسلمان ممالک کو خصوصاً اپنے شرانگیز سودی نظام میں جکڑ لیا ہے جس سے ان ممالک کی معیشت مفلوج ہو کر صرف خام مال پیدا کرنے تک محدود ہو گئی ہے۔ معاشی ترقی اور ملکی سطح پر ایک مضبوط نظامِ معیشت وضع کرنا اسلامی حکومت کے فرائضِ منصبی میں شامل ہے اور اس جدید دور میں معیشت کو انتہائی مضبوط کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اپنی زراعت، اپنی صنعت و حرفت اور اپنا مضبوط عسکری نظام وجود میں لانے کی تمام کوششیں جہاد ہیں۔

محترم مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی صاحب کی کتاب ''اسلامی معیشت'' اس ضمن میں ایک بہترین کاوش ہے۔ موجودہ معاشی نظاموں کا بہ نظرِ غائر تجزیہ کیا ہے اور موجودہ معاشی ترتیبوں کو شریعت کی روشنی میں پرکھ کر ان کے اچھا برا ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے حلال و حرام پہلوؤں کو بھی اُجاگر کیا ہے۔ جو جو ترتیبیں حرام ہیں ان پر قرآن و حدیث کے دلائل کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ان حرام ترتیبوں کی قباحتوں پر عقلی و عملی مثالیں پیش کی ہیں۔ یہی حرام ترتیبیں معاشرے کو دنیا پرستی، فساد اور مفاد پرستی کی طرف دھکیل چکی ہیں۔ حلال و جائز طریقوں کی اہمیت، فضائل و عملیت پر آیاتِ قرآنی اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں واضح دلیلیں پیش کی ہیں۔ جا بجا مفید مشورے اور موجودہ معاشی نظام کی درستگی کے لئے اہم تجاویز ہیں۔ مسلمان کا مقصدِ حیات تو آخرت کو سنوارنا ہے لہٰذا ان معاشی وسائل کا حصول بھی شریعت کے بیان کردہ قوائد و ضوابط کے اندر ہوگا تو آخرت کے بننے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی راحت اور خیر و برکت جیسے ثمرات مرتب ہوں گے۔ کتاب انتہائی مفید اور اہم معلومات پر مشتمل ہے۔ معاشرہ کے وہ افراد جو براہِ راست کسی نہ کسی معاشی ترتیب میں کام کر رہے ہیں اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔ خصوصاً ملکی سطح پر معاشی پالیسیاں بنانے والے طبقے کے لئے تو یہ کتاب انتہائی کارآمد ہے۔

اللہ تعالیٰ محترم مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی صاحب کی سعی جمیل کو قبول فرمائے، آخرت کا توشہ بنائے اور مسلمانوں کو اس بیش بہا خزانے سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک واقعہ

(ڈاکٹر سفیر صاحب، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ طب، نصیر ٹیچنگ ہسپتال، پشاور)

گزشتہ دنوں میری ایک شاگرد کلینک میں معائنہ کیلئے آئی۔ اس کی بیماری کے بارے میں پوچھ گچھ کے بعد میں نے اس کا معائنہ شروع کیا۔ اس دوران مجھے شدید بدبو محسوس ہونا شروع ہوگئی۔ یہ بدبو عجیب وغریب بلکہ ناقابلِ بیان قسم کی تھی۔ میں نے کوشش کی کہ جلد از جلد معائنہ ختم ہوتا کہ یہ مجھ سے دور ہو جائے۔ ساتھ ہی ساتھ میں اس کی ممکنہ وجہ پر غور کرنے لگا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ لڑکی خوبصورت ہے، بناؤ سنگھار اور لباس وغیرہ سے کسی امیر گھرانے کی معلوم ہوتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس سے اس قدر بدبو آرہی ہے۔ بہرحال معائنہ مکمل ہوا اور میں نے اسے دواء تجویز کر کے فارغ کیا۔ مگر اس کے جانے کے بعد بھی مجھے بدبو محسوس ہوتی رہی۔ کمرے میں بھی کسی حد تک بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھ بھی کئی بار دھوئے مگر صورتحال برقرار رہی۔

اب میں سوچنے پر مجبور ہو چکا تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آج پہلی بار کسی مریض سے اس قدر بدبو اور کوفت محسوس ہوئی۔ حالانکہ ہم جون، جولائی کے مہینوں میں پسینے میں شرابور اور میلے کچیلے بدحال اور طویل عرصہ کے بیمار مسلمان مریضوں کا بھی معائنہ کرتے رہتے ہیں مگر ایسی بدبو کبھی کسی سے نہیں محسوس ہوئی۔ یہ بدبو عام مریضوں کی نسبت بالکل جدا تھی۔ میں غور کرتا رہا۔ پھر اپنی شاگرد کے بارے میں معلومات کروائیں تو پتا چلا کہ یہ لڑکی قادیانی مذہب سے ہے۔

جب میں نے اپنے بزرگوں سے اس واقعہ کی نوعیت بیان کی تو انھوں نے بتایا کہ واقعی قادیانیوں یعنی مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان لانے والوں سے ایسی ہی بدبو آیا کرتی ہے۔

اسی طرح سکھوں اور ہندوؤں سے متعلق بھی بندہ نے اپنے بزرگوں سے سن رکھا ہے کہ اگر وہ اپنے عقیدے پر پکے ہوں تو ان سے بھی ایسی بدبُو آتی ہے جیسے مرے ہوئے چوہے سے۔

☆☆☆☆☆☆☆

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(عبدالرحیم صاحب)

بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خوابِ ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

نوٹ: محترم عبدالرحیم صاحب ہمارے ادارہ کے دیرینہ خیر خواہ ہیں۔ اصلاحِ نفس کی پہلی اشاعت انہیں کی وجہ سے ہوئی تھی۔ (ادارہ)

والدہ ماجدہ عبدالرحیم ۵ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ بمطابق ۳ جنوری ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ تقریباً ۹ بجے رات کو اس فانی دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔ مرحومہ حاجی ملتان شاہ (مرحوم) کی بیوی اور ڈاکٹر فضل الرحیم اور عبدالرشید کی والدہ صاحبہ تھیں۔ مرحومہ کی شادی تقریباً ۱۳ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ اُس وقت تقریباً آدھا قرآن ناظرہ پڑھ چکی تھیں۔ شادی کے بعد ہمارے والد صاحب نے خواہش ظاہر کی کہ اسی استانی صاحبہ سے ناظرہ مکمل کیا جائے اور یوں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ناظرہ قرآن مجید مکمل ہوا۔ بچپن ہی سے قرآن مجید سے بہت لگاؤ تھا اور کثرتِ تلاوت سے یوں لگتا تھا کہ گویا حافظِ قرآن ہیں۔ دور بیٹھے ہوئے کسی تلاوت کرنے والے سے اگر غلطی ہو جاتی تو فوراً آواز دے کر ٹھیک کرا دیتیں۔

اُس دور میں ناظرہ قرآن مجید پڑھنا عام نہیں تھا۔ بہت کم لوگ ناظرہ پڑھے ہوئے ہوتے تھے۔ بلکہ پرانے لوگوں میں سے اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے ناظرہ قرآن مجید نہیں پڑھا ہوا۔ والد محترم کو اسلامیہ کالج میں نوکری ملی تو ہم یونیورسٹی ٹاؤن منتقل ہو گئے۔ وہاں پر والدہ صاحبہ نے اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ ہمسائے کے بچوں کو بھی قرآن مجید پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹۷۱ء میں جب ہم دانش آباد آ گئے تو یہاں گھر پر الحمد للہ درس و تدریس کا ایک پورا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تقریباً ۵۰ بچوں اور بڑوں نے ان سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ ہمارے والد صاحب نے بھی ہماری والدہ

صاحبہ سے قریباً ۷۰ سال کی عمر میں دوبارہ ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔اس کے بعد وہ قرآن مجید کی تلاوت آسانی سے اخیر عمر تک کرتے رہے۔ دوسری بات یہ کہ مرحومہ کی والدہ نے بھی قرآن مجید ناظرہ نہیں پڑھا تھا۔مرحومہ نے بڑی محنت سے اپنی والدہ کو بھی ناظرہ قرآن مجید پڑھایا۔ درس وتدریس کا یہ طریقہ تھا کہ بچوں کو ناظرہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ چھ کلمے، آیۃ الکرسی، سورہ یٰس اور بعض کو سورۃ الملک بھی حفظ کرا دیتی تھیں۔ بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاتیں تھیں جو کہ بڑے عجیب انداز میں ہوتی تھی۔شروع میں بچے کھڑے کھڑے سبق پڑھتے تھے۔رکوع سجدہ نہیں کراتی تھیں۔ جب سبق مکمل ہو جاتا تو پھر اپنے سامنے کھڑا کر کے نماز کا ڈھانچہ سکھاتی تھیں۔ خود نماز کی بہت پابند تھیں اور دوسرے لوگوں کو بھی پابندی سے نماز کی دعوت دیتی تھیں۔ ہمیں پابندی سے جماعت کی نماز کے لئے صبح جگاتی تھیں اور اگر کوئی سویا رہ جاتا تو بہت ناراض ہوتی تھیں۔صبح کی نماز کے بعد جب ناشتہ تیار کرنے کے لئے باورچی خانے چلی جاتیں تو سورۃ یٰس بہ آوازِ بلند پڑھنا شروع کر دیتیں جو کہ ہم بچپن میں سنتے رہتے۔اس طرح سنتے سنتے قاعدہ وغیرہ پڑھنے سے پہلے ہی سورۃ یٰس حفظ ہو چکی تھی گویا میں سورۃ یٰس کا پیدائشی حافظ ہوں۔ درحقیقت والدہ صاحبہ کی وہ آواز ہمارے کانوں میں داخل ہوتی تھی جس کی وجہ سے سورۃ یٰس یاد ہو گئی تھی۔

والدہ ماجدہ کی چند باتیں جو وہ استقامت سے کرتی تھیں:

۱۔ تلاوت قرآن مجید: رمضان المبارک میں ایک ڈیڑھ دن میں قرآن ختم کر لیا کرتی تھیں۔ رمضان کے علاوہ ایک منزل روزانہ پڑھ کر سات دن کا ختم کیا کرتی تھیں۔

۲۔ نماز کی بہت پابند تھیں اور بہت اطمینان سے نماز پڑھتی تھیں اور اس بات کا خاص اہتمام ہوتا تھا کہ نظر ادھر اُدھر نہ جائے۔

۳۔ خیرات وصدقات کی پابندی: گھر میں کوئی خیرات وغیرہ ہوتی تو سب سے پہلے دو مسجدوں میں کھانا بھیجتیں اور جب بھی میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جاتا تو اپنے پیسوں میں سے ضرور مجھے

دیتیں۔

۴۔ ذکر کی بہت عادی تھیں۔ اپنے لئے خاص قسم کی تسبیح بنائی تھی جس سے مختلف قسم کے ذکر اذکار کرتی تھیں۔

۵۔ عصر کے بعد گھر پر بچوں کو قرآن مجید کا درس دیتی تھیں۔

آخر ایک دن ۴ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ کو موت سے ایک رات پہلے مجھے کہا کہ آج رات مجھ سے غافل نہ ہونا کہ میں کہیں بغیر کلمے کے نہ چلی جاؤں۔ ۵ محرالحرام بروز ہفتہ میں نے مغرب کی نماز مسجد میں ادا کی اور گھر آیا۔ جب والدہ کو دیکھا کہ آنکھیں کھلی ہیں اور مجھے دیکھ رہی ہیں تو میں قریب آیا اور سورۃ یٰس کی تلاوت شروع کر دی۔ انھوں نے دوبارہ خواہش ظاہر کی تو میں نے دوبارہ پڑھ دی۔ پھر ہماری چچی نے بھی سورۃ یٰس پڑھنی شروع کر دی۔ بوڑھی عورت تھی، ایک جگہ زبر زیر میں غلطی ہوگئی۔ والدہ صاحبہ کی بولنے کی تو ہمت نہ تھی لیکن اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس کو ٹھیک کردو۔ دوسری بار پھر شدید غلطی ہوئی تو دونوں ہاتھ زور سے اٹھائے اور سختی سے نیچے رکھ دئے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ تلاوت کی غلطی کو محسوس کر رہی ہیں۔ پھر میں نے کلمہ طیبہ کا ورد شروع کیا اور جب ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا تو ماں نے آواز دے کر پشتو میں کہا ''آؤ'' یعنی ہاں۔ غرض تین دفعہ میں نے ان کو تلقین کی اور وہ اقرار کرتی رہیں اور باقاعدہ جواب دیتی رہیں۔ موقع پر موجود تقریباً ۲۰ لوگوں نے دیکھا۔

بزرگوں کی صحبت میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ مجھے فوراً خیال آیا کہ حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ ہم جو ذکر بالجہر کرتے ہیں اس طرح ذکر شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ میں نے شروع کر دیا۔ ۱۰۰ بار لا الٰہ الا اللہ پڑھا، وہ بھی کہتی رہیں۔ پھر سو بار الا اللہ پڑھتا رہا اور وہ بھی کہتی رہیں۔ پھر اللہ اللہ شروع کیا حتیٰ کہ خاموش ہوگئیں۔ دیکھا تو ان کی روح مبارک پرواز کر چکی تھی اور وہ پسینے میں شرابور تھیں۔

ہم نے دانش آباد میں ایک مسجد جو کہ اب مسجدِ نمرہ کے نام سے مشہور ہے، شروع کرنے کی

نیت کی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابتدا کرنے کی توفیق دی تو میں مشہور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا فضلِ مالک صاحب دامت برکاتہم کے پاس گیلانی منزل بارہ روڈ چلا گیا تاکہ ان سے معلوم کرسکوں کہ مسجد بنانے میں کس سے مدد حاصل کروں۔ مولانا صاحب سے جب ملاقات ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ دو طریقے ہیں ایک آسان، دوسرا مشکل۔ مشکل طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے پاس جائیں اور چندہ مانگیں اور آسان طریقہ یہ ہے کہ روزے رکھنا شروع کردیں، کام بن جائے گا۔ میں نے گھر آکر والدہ صاحبہ کو یہ بات بتائی تو انھوں نے کہا کہ یہ تو واقعی آسان کام ہے۔ اگلے دن سے روزے شروع کئے اور ارادہ فرمایا کہ جب تک اللہ رب العزت مسجد بنانے کی کوئی صورت نہ بنادے میں روزے رکھوں گی۔ ایک دن روزہ رکھا۔ دوسرے دن پھر روزہ رکھا اور مغرب کو ایک آدمی نے مجھے کچھ پاؤنڈ دیئے جو تقریباً تین لاکھ پچاس ہزار روپے کے برابر تھے۔ یوں اللہ نے کام شروع کیا اور مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اس کے بعد کبھی پیسوں کی تنگی نہیں آئی۔

اس کے علاوہ جب رائیونڈ کا اجتماع ہوتا تو اکثر تین دن روزے رکھتیں۔ زندگی کے اس آخری سال بھی باوجود بیماری اور بڑھاپے کے رمضان کے روزے مکمل کرکے شوال کے چھ روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت تام نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۲۶ سے آگے) ایک پروفیسر صاحب نے پندرہ ہزار کی تین کنال زمین خریدی۔ دوسرے کو بیمہ والے ٹکر گئے اور انھوں نے اس کی زندگی کا بیمہ کرادیا۔ اتنے میں ۱۹۷۱ء کی جنگ ہوئی، سقوطِ ڈھاکہ ہوا اور جنگ کے نتیجے میں روپے کی قیمت ۶۰ فیصد سے زیادہ کم ہوگئی۔ زمین والے پروفیسر صاحب کی زمین ڈیڑھ لاکھ کی ہوگئی جبکہ بیمہ والے پروفیسر صاحب کا پیسہ اپنی اصلی مالیت بھی کھو بیٹھا۔ وہ بیمہ والوں سے لڑ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تم نے میرے پیسے کو مٹی کردیا۔ آج کل اس پروفیسر صاحب کی پندرہ ہزار کی خریدی ہوئی تین کنال زمین کی قیمت ایک کروڑ اسّی لاکھ ہے۔

گردوپیش سے سلسلے سے متعلق حضرات یہ شکایتیں پیش کررہے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات ،جنہیں اہلِ حدیث کہا جاتا ہے، الجھتے اور بحث مباحثہ کرتے ہیں کہ تم لوگ حدیث کے خلاف چل رہے ہو، حدیث پر امام کی باتوں کو ترجیح دیتے ہو۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ حدیث کا انکار کرتے ہو۔ بعضے یہاں تک آجاتے ہیں کہ تم نے یہود کی طرح ،**اتخذو احبارھم و رھبانھم ارباب من دون اللّٰہ** ، اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کی جگہ ربّ بنایا ہوا ہے۔ اس بحث سے بات کو کفر کے فتوے تک لے جاتے ہیں۔ خاص زور آمین بالجہر اور رفع یدین پر ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں بندہ کی طرف سے عرض ہے کہ آپ انہیں اپنے مسلمان بھائی سمجھیں کیونکہ توحید،

رسالت اور آخرت کے عقائد، اس طرح پانچ نمازیں، نمازوں کی رکعت یہ تو متفق علیہ مسائل ہیں، یہ تو اُصولی چیزیں ہیں۔ اس کے علاوہ دین کا ایک حصہ فروعی مسائل ہیں۔ فروعی مسائل کے سلسلہ میں خود حضور ﷺ کے سامنے آپؐ کے دور میں صحابہ کرامؓ نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق مختلف تشریحات کی ہیں اور اُن پر عمل کیا ہے جس کے لئے آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ایک گروہ نے ٹھیک کیا اور دوسرا غلطی پر ہے۔ اس لئے فروعی مسائل میں ائمہ کے اختلافات ہیں۔ ہر کسی نے نیک نیتی سے صحیح بات تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اور اپنی رائے کے حق میں دلائل دیئے ہیں۔ جو آدمی دلائل سننے کے بعد جن دلائل سے متاثر ہو جائے اس کے ذمے لازم ہو جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرے۔ اس طرح کچھ فقہی ترتیبیں مختلف علاقوں میں چل پڑی ہیں۔ وہاں کے ائمہ مجتہدین، ان کے ادارے اور مدارس، ان کی کتابیں، نیز ان معاشروں میں ان کے معاشرتی تعلقات، ان علاقوں اور معاشروں میں توازن، جوڑ، یک جہتی ،اعتماد و اعتبار اور محبت کے تعلقات ان علاقوں میں تقلید کی عظیم نعمتیں ہیں۔ ان کو چھیڑنا دانشمندی کی بات نہیں ہے۔ نیز ان غیر مقلدین کو سمجھایا جائے کہ رفع یدین، آمین بالجہر، ننگے سر ہو کر نماز پڑھنا،

ٹانگیں کھول کر نماز پڑھنا یہ ایسے مسائل نہیں کہ ان کا پرچار کیا جائے اور ان کی تبلیغ کی جائے، بلکہ تبلیغ توحید، رسالت، آخرت، عبادات، اخلاقِ فاضلہ مثلاً اخلاص، تواضع، ہمدردی، کبر سے بچنا، حسد سے بچنا، ان چیزوں کی ہوتی ہے۔ اس تبلیغ سے معاشرے میں مثبت تبدیلی آتی ہے اور شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔

mahanama_ghazali@yahoo.com <<<

saqipak99@gmail.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُو لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّامِ.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُو لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّامِ.

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کا کا خیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہماک حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اوران کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اوراپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔آمین

[ڈاکٹر فدا محمد]

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فرید الدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار لا الٰہ الا اللّٰہ، سو بار الا اللّٰہ اور سو بار اللّٰہ کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں لا الٰہ الا اللّٰہ دو سو بار، الا اللّٰہ چار سو بار، اللّٰہُ اللّٰہ چھ سو بار، اللّٰہ سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی و جسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے

کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے
یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ۝ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ۝ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ۝ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ۝ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جہری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لا الہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو

بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی

جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

9۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆